OPEN ACCESS
ISSN (P): 2789-3820
ISSN (O): 2789-3839

Al-Āfāq Islamic Research Journal
http://alaafaqjournal.com/index.php/alaafaq/index
Vol. 04, Issue: 01, June-2024, PP: 200-211

اسلام میں عورت کا حقِ ملکیتِ تعلیم: دینی اور معاشرتی تجزیہ

Women's Right of Ownership for Education in Islam: Religious and Social Analysis

***Nouman Bashir**
MPhil. Scholar, Department of Islamic Studies,
Ghazi University, Dera Ghazi Khan, Pakistan.
nommikhan120@gamil.com

****Dr. Syed Hamid Farooq Bukhari**
Head Department of Islamic Studies,
University of Gujrat, Gujrat, Pakistan.
hamid.farooq@uog.edu.pk

Abstract:
This study explores the Islamic perspective on women's right to ownership achieved through education, analyzing its foundations in religious teachings and implications in contemporary social contexts. Islam not only encourages women to seek knowledge but also grants them the right to benefit from their intellectual and professional achievements. Through an examination of Qur'anic verses, Hadiths, and scholarly interpretations, the research highlights how education empowers women economically and socially, allowing them rightful ownership of wealth, property, and status. The study also assesses societal attitudes towards educated women and how these attitudes influence the implementation of their rights. By integrating traditional sources with modern realities, this paper presents a comprehensive understanding of the role of education in securing women's property rights within an Islamic framework.

Keywords: *Women's Rights, Islamic Education, Female Ownership, Economic Empowerment, Rights to Education, Social Justice in Islam, Qur'an and Women, Gender Equality in Islam, Women's Autonomy, Islamic Legal Framework.*

اسلامی فقہ کے مطابق عورت کو نہ صرف مال رکھنے، خریدنے، بیچنے، کرایہ پر دینے، یا معاہدہ کرنے کا اختیار حاصل ہے بلکہ وہ اپنی کمائی، وراثت، اور مہر کی مکمل مالک بھی قرار دی گئی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

"لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا"[1]

"مردوں کے لیے اس میں حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں، اور عورتوں کے لیے بھی اس میں حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں، خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ، ایک مقررہ حصہ ہے"

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ عورت کو مال میں حصہ محض اخلاقی رعایت کے طور پر نہیں، بلکہ ایک "مفروض حق" کے طور پر دیا گیا ہے، یعنی شرعی فریضہ کے طور پر۔ حضرت خدیجہؓ کا کاروباری پس منظر، حضرت عائشہؓ کا علمی ومالی استقلال، اور حضرت فاطمہؓ کی وراثت سے متعلق جدوجہد اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ عورت اسلامی معاشرے میں نہ صرف مال کی مالک بن سکتی ہے بلکہ وہ مالی فیصلے میں خود مختار بھی ہو سکتی ہے۔ اسلامی تاریخ میں بے شمار ایسی مثالیں ملتی ہیں جہاں عورتوں نے زمینیں خریدیں، وقف کیے، وراثت وصول کی، یا مالی تنازعات کو فقہ کے اصولوں کے مطابق طے کیا۔ فقہاء کرام نے عورت کی ملکیت کو مرد کی ملکیت کے برابر تسلیم کیا ہے، اور اس سلسلے میں کسی قسم کی فقہی تفریق نہیں کی۔

آج کے دور میں اگرچہ کئی مسلم ممالک میں عورت کے حقوق کو آئینی تحفظ دیا گیا ہے، لیکن عملی طور پر اسے کئی سماجی و قانونی رکاوٹوں کا سامنا ہے۔ عورت کو وراثت سے محروم کرنا، زبردستی زمین لکھوانا، یا مالی فیصلوں سے خارج رکھنا عام ہو چکا ہے، جو کہ اسلامی تعلیمات کے سراسر منافی ہے۔ اسی تناظر میں اس تحقیقی مقالے کا مقصد یہ ہے کہ:

- اسلامی متون (قرآن و سنت) کی روشنی میں عورت کے حقِ ملکیت کو واضح کیا جائے۔
- فقہائے کرام کے اقوال سے اس حق کی تفصیل بیان کی جائے۔
- موجودہ مسلم معاشروں کی صورت حال کا تنقیدی جائزہ لیا جائے۔
- اس حوالے سے عملی تجاویز دی جائیں تاکہ اسلامی معاشروں میں عورت کا یہ حق بحال اور مضبوط کیا جا سکے۔
- یہ تحقیق ایک فکری و عملی کوشش ہے کہ عورت کو وہ مقام دیا جائے جو اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے عطا فرمایا ہے، نہ کہ وہ جو سماج نے محدود کر دیا ہے۔

ملکیت کی تعریف:

مال اور ملکیت ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں. مال میں تصرف انسان کو ملکیت کے سبب حاصل ہوتا ہے۔ ہر چیز کا مالکِ حقیقی، اللہ رب العالمین ہی ہے اور اس کے ہی فضل سے انسان سامانِ زیست کا مالک بنا ہے۔ اس لئے انسان کو حق انتفاع کی وجہ سے مجازاً مالک کہا جاتا ہے۔ شرح وقایہ میں ملکیت کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے:

و اما الملك فهو اتصال شرعي بين الانسان و بين شيء يكون مطلقاً لتصرفه فيه و حاجزاً عن تصرف الغير فيه[2].

"شریعت میں ملک اس تعلق کا نام ہے جو ایک انسان اور اس چیز کے درمیان واقع ہوتا ہے جو انسان کے قطعی اختیار اور اقتدار میں ہوتی ہے اور کس سے دوسرے شخص کو اختیار یا انتقال کا حق نہیں ہوتا۔

ملکیت کے ذرائع:

کسی انسان کو مال، زمین یا جائیداد کے مالکانہ حقوق درج ذیل تین طریقوں سے حاصل ہوتے ہیں:

1. کسی شخص کو وراثت یا بطور تحفہ دوسرے فرد کی جانب سے مال یا جائیداد حاصل ہو جائے۔
2. کوئی شخص کسی چیز کو قیمتاً خرید لے۔
3. کوئی شخص کسی چیز کو اپنی محنت سے حاصل کر کے اس کا مالک بن جائے۔

عورت کی ملکیت جہاں تک کا تعلق ہے اس کی درج ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں:

1) والد، والدہ، بھائی یا شوہر یا کسی عزیز کی وصیت کی وجہ جو مال، جائیداد یا رقم کسی عورت کو ملے۔

2) والد یا شوہر کی وراثت میں سے جو حصہ مال، جائیداد یا رقم کسی عورت کو ملے۔

3) شوہر کی جانب سے ملنے والی مہر کی رقم یا سامان زیورات کی صورت کسی عورت کو بحثیت بیوی ملے۔

4) شادی کے موقع پر شوہر اور عزیز و اقارب کی جانب سے ملنے والے تحائف وغیرہ یا جو آج کل عورت کو میکے سے جو سامان بنام جہیز دیا جا رہا ہے وہ بھی عورت کی ملکیت میں کہلائے گا۔

قرآن مجید نے مال کے حوالے سے جو پہلا اصول متعین کیا ہے وہ یہ ہے:

وَ لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ[3] "

اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ اس کو حاکموں کے پاس (بطور ثبوت) پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ

ناجائز طور پر کھاجاؤ اور تم علم۔ رکھتے ہو۔"

علامہ قرطبی آیت مذکورہ کے تحت رقم طراز ہیں:

من اخذ مال غیرہ لاعلی وجه اذن الشرع، فقدا کله بالباطل ومن الاکل بالباطل ان یقضی القاضی لک وانت تعلم انك مبطل،فالحرام حرام لایصیر حلالابقضاء القاضي لا نه انما یقضي بالظاهر[4]

جس شخص نے کسی کا مال غیر شرعی طریقے سے لیا تو اس نے وہ باطل طریقے سے کھایا، اور وہ مال بھی باطل شمار ہو گا جس کا فیصلہ قاضی تمھارے حق میں کردے حالانکہ تمھیں معلوم ہے کہ تم ناحق لے رہے ہو۔ اسیطرح قاضی کا فیصلہ کسی حرام کو حلال نہیں کر سکتا کیونکہ قاضی ظاہر کے متعلق فیصلہ کرتا ہے"

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ[5]۔

"اے لوگو! جو مان گئے ہو! نہ ایک دوسرے کے مال باطل طریقے سے کھاؤ مگر آپس کی رضامندی کے ساتھ تجارت ہو۔"

علامہ قرطبی باطل کی تعریف اس طرح بیان کرتے ہیں "الباطل فی کلام العرب: خلاف الحق ومعناہ الزائل[6]۔" "کلام عرب میں حق کے خلاف کو باطل کہتے ہیں اور اس کے معنی زائل کرنا ہے". یعنی علامہ قرطبی کے بقول باطل وہ ہے جس کا جانا، زوال پذیر ہونا، زائل ہونا طے ہو چکا ہو۔

حقِ ملکیت:

مال وجائیداد کی خرید وفروخت میں اسلام نے مرد وعورت کو مساوی حقوق دیئے ہیں۔ وہ چاہئے اپنا مال رھن رکھیں، کسی کو ورثے میں دیں، فروخت کریں یا اس کے ذریعے کاروبار کرکے مزید اضافے کا ذریعہ بنائیں یا اس کو اپنی ضروریات پوری کرنے میں صرف کریں۔

اللہ رب العالمین کا فرمان ہے:

"لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّاتَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّاتَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ-نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا[7]"

جو مال والدین اور اقارب چھوڑ کر وفات کر جائیں کم یا زیادہ اس میں مردوں اور عورتوں کا حصہ ہے، یہ حصے مقرر کیے ہوئے ہیں"

ایک اور مقام پر ارشاد ہے۔

"لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَ لِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ[8]"

"جو مردوں نے کمایا وہ ان کا ہے اور جو عورتوں نے کمایا وہ ان کا ہے"

بعد از نکاح عورت کی ملکیت:

عورت کے نکاح میں مالی حقوق اکثر نظر انداز کیے جاتے ہیں، جیسے مہر کی عدم ادائیگی اور جائیداد سے محرومی۔ دیہی علاقوں میں وٹہ سٹہ اور شغار جیسے غیر اسلامی رواج عورتوں کے حقوق پامال کرتے ہیں، حالانکہ قرآن جاہلیت کی ان رسموں کو باطل قرار دیتا ہے۔ سیدنا عمر بن خطاب نے زمانہ جاہلیت کے عرب معاشرے میں عورتوں کی قدر و وقعت بایں الفاظ بیان کی ہے:

واللہ ان کنا فی الجاهلية ما نعد للنساء امرا حتی انزل اللہ فیهن ما انزل و قسم لهن ما قسم[9]

اللہ کی قسم! ہم دور جاہلیت میں عورتوں کو کوئی حیثیت نہیں دیتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ نے ان کے بارے میں اپنے احکامات نازل کیے اور ان کے لیے جو کچھ حصہ مقرر کرنا تھا مقرر کیا"

دیہی علاقوں میں بعض مرد بیویوں کو بغیر طلاق نکال کر نان ونفقہ نہیں دیتے، جبکہ خواتین دباؤ کے باعث انصاف نہیں لیتیں۔ اسلامی احکامات کے مطابق

زوجین کے حقوق برابر ہیں، اس لیے خواتین پر ظلم روکنا ضروری ہے۔

زوجین کی علیحدگی کی صورت میں ملکیت کی تقسیم:

نکاح زوجین کے درمیان مشترکہ مقاصد کا معاہدہ ہے، لیکن بعض وجوہات کی بنا پر اگر وہ نکاح کے تقاضے پورے کرنے میں ناکام ہو جائیں تو شرعی، قانونی اور اخلاقی اصولوں کے تحت علیحدگی کا حق رکھتے ہیں۔ مرد طلاق دے سکتا ہے، جبکہ عورت خلع لے سکتی ہے۔ خلع میں شوہر بیوی کی درخواست پر مہر یا دیگر مال لے کر نکاح ختم کر دیتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں زیادہ تر علیحدگی انہی دو صورتوں میں ہوتی ہے، اور بعد از علیحدگی ملکیت کی تقسیم کے اصول طے شدہ شرعی و قانونی ضوابط کے مطابق ہوتے ہیں۔ طلاق دینے کی صورت میں مرد عورت سے کچھ واپس نہیں لے گا۔ اللہ رب العلمین کا فرمان ہے:

وَلا تحل لكُم أن تأخذ مما اتيتموهن شيء[10] "

اور جائز نہیں تمہارے لیے کہ لو تم اس سے جو تم نے دیا ہے انہیں کچھ بھی۔"

اسی طرح اگر شوہر عورت پر ظلم وزیادتی کرتا ہو یا مارتا پیٹتا ہو اور اس کو طلاق بھی نہ دیتا ہو تو ایسی صورت میں عورت مرد سے اپنی جان چھڑانے کے لیے اسے کچھ دے دے۔ اللہ رب العلمین کا فرمان ہے:

فَلا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيهَا افْتَدَتْ به[11] "

توکوئی حرج نہیں ان پر کہ عورت کچھ فدیہ دے کر جان چھڑالے"

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری آیت مذکورہ کے تحت رقم طراز ہیں:

" حنفی فقہاء نے صراحت کی ہے زیادتی خاوند کی ہو تو اسے خلع کے وقت بیوی سے کچھ لینا نہیں مناسب ہے اور بالفرض زیادتی بیوی کی طرف سے ہے تو جتنا اس نے بیوی کو دیا تھا اتنا لینا اسے مباح ہے اور اس سے زیادہ لینا مکروہ ہے۔ اور بعض دیگر علماء نے کہا ہے کہ زیادہ بھی لے سکتا ہے۔[12]

پاکستانی معاشرے میں خواتین کا گھریلو اور معاشی کردار تسلیم نہیں کیا جاتا۔ انہیں جائیداد، کمائی اور حقوق سے محروم رکھا جاتا ہے، حالانکہ اسلام نے انہیں برابر کے حقوق دیے ہیں، جن کا تحفظ ضروری ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ سلم نے خطبہ حجتہ الوداع کے موقع پر عورتوں کے حقوق کے متعلق ارشاد فرمایا:

فاتقوا الله في النساء وانكم اخذتموهن بأمان الله واستحللتم فروجهن بكلمة الله ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف[13] "

اے لوگو عورتوں کے حقوق اور ان کے ساتھ برتاؤ کے بارے میں خدا سے ڈرو، اس لیے کہ تم نے ان کو اللہ کی امانت کے طور پر لیا ہے اور اللہ کے حکم اور اس قانون کی رو سے ان کے ساتھ تمتع تمہارے لیے حلال ہوا ہے۔ اور ان کا خاص حق تم پر یہ ہے کہ اپنی استطاعت اور حیثیت کے مطابق ان کے کھانے پہننے کا بندوبست کرو۔

مرد و عورت برابر ہیں، لہٰذا جائیداد کی منصفانہ تقسیم ضروری ہے تاکہ خواتین کو ان کے حقوق ملیں اور معاشرتی تعلقات خوشگوار رہیں۔ اب تک کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر انسان کو اپنے فرائض ادا کرنا چاہیے۔ ایک عورت اپنا سب کچھ اپنے والدین کے گھر چھوڑ کر آتی ہے۔ وہ محبت اور احترام کی طلب گار ہوتی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ میرے ساتھ عزت و احترام کا برتاؤ کیا جائے۔ کسی حق سے محروم نہ کیا جائے۔ شارع نے جو حقوق متعین کیے ہیں ان کی پاسداری کی جائے۔ انسانوں جیسا برتاؤ کیا جائے۔ اور اسلام بھی یہی تعلیم دیتا ہے۔ اسلامی تعلیمات واضح ہیں۔

تعلیم نسواں نصوص کی روشنی میں:[14]

تعلیم ایک ایسا بنیادی ادارہ ہے جو انسانی ترقی کا ضامن ہے، لیکن تاریخ میں طویل عرصے تک عورت کی تعلیم کو نظر انداز کیا گیا، اور اسے صرف مردوں کے لیے ضروری سمجھا گیا۔ خواتین کی تعلیم انہیں اپنے حقوق کا شعور دینے کے لیے ضروری ہے تاکہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو بہتر طریقے سے ادا کر سکیں۔ اسلام سے پہلے عورت کو بنیادی حقوق حاصل نہ تھے، مگر اسلام نے اسے فطری تقاضوں کے مطابق حقوق عطا کیے اور تعلیم کو لازمی قرار دیا۔ نبی اکرم

ﷺ کی تعلیمات سے مردوں اور عورتوں دونوں نے یکساں استفادہ کیا، اور خواتین نے بھی علم حاصل کر کے آگے پھیلایا۔ اس لیے علم حاصل کرنے اور سکھانے میں مرد و عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

تعلیم و تربیت کی ضرورت واہمیت کے پیش نظر قرآن وسنت کی نصوص میں خواتین اور مردوں کو یکساں طور پر تعلیم و تربیت کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ قرآن کے انداز تخاطب میں خواتین کا تذکرہ عام طور پر مستور ہی ہوا کرتا ہے۔ بظاہر مذکر کا صیغہ استعمال کیا جاتا ہے تاہم خواتین بھی اس حکم کی مخاطب ہوتی ہیں یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے جو قرآن کا مزاج رکھنے والے افراد پر بہر صورت منکشف ہو جاتی ہے۔

درج ذیل سطور میں ان چند آیات اور احادیث کا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے جن میں خصوصیت سے خواتین کی تعلیم و تربیت کا پہلو نمایاں ہے۔

سورہ الاحزاب میں ازواج مطہرات کو ہدایات دیتے ہوئے فرمایا :

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَى فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَتِ اللهِ وَالْحِكْمَةَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا[15]

اور یاد کرو اللہ تعالی کی آیات اور حکمت کی ان باتوں کو جو تمہارے گھروں میں سنائی جاتی ہیں بے شک اللہ تعالی لطیف اور باخبر ہے"

امام قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں رب تعالی نے فرمایا کہ وہ یعنی ازواج اس قرآن کو جو ان کے گھروں میں نازل ہو رہا تھا اور جو کچھ نبی کے افعال میں سے دیکھیں اور نبی کریم کے اقوال کو سنیں ان سب کو بیان کریں یہاں تک کہ یہ سب احوال لوگوں تک پہنچائیں تاکہ وہ عمل کریں اور ان ہدایات کی پیروی کریں اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ دین کے سلسلہ میں خبر واحد خواہ وہ مردوں کی طرف سے ہو یا خواتین کی طرف سے قابل قبول ہے۔[16]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں :

"أذكرن للناس بطريق العظة والتذكير وقبل أي تذكرن ولا تنسين ما يتلى في بيوتكن (من آيات الله) اى القرآن (والحكمة) هي السنة على ما اخرج ابن جرير"[17]

لوگوں سے بطور وعظ و نصیحت ذکر کرو اور کہا گیا اس کے معنی یہ ہیں کہ تم یاد رکھو جو کچھ تمہارے گھر میں منایا جاتا ہے اور اسے مت بھول جاؤ آیات والی میں سے) یعنی قرآن مجید (اور حکمت) یعنی سنت کی باتیں۔ جیسا کہ ابن جریر نے استخراج معنی کیا ہے۔"

صاحبِ تدبر قرآن کی رائے ہے کہ "ملحوظ رہے کہ نبی ﷺ کی بعثت جس طرح مردوں کی راہنمائی کے لیے ہوئی تھی اس طرح عورتوں کے لیے بھی ہوئی تھی۔ آپ جس طرح باہم لوگوں کو تعلیم دیتے رہتے تھے وحی جس طرح آپ پر باہر نازل ہوتی تھی اسی طرح گھر کے اندر بھی نازل ہوتی تھی۔ نیز جس طرح آپ سینی کا ہر قول لوگوں کے لیے تعلیم و ہدایات تھا اسی طرح آپؐ کا ہر فعل بھی لوگوں کے لیے اسوہ حسنہ و نمونہ تھا۔ آپؐ اسلام کی زندگی، پبلک اور پرائیویٹ کے الگ الگ خانوں میں تقسیم نہیں تھی بلکہ آپؐ کی حیات مبارکہ کا ہر لمحہ امت کی تعلیم و تربیت کے لیے وقف تھا۔ اس وجہ سے ضروری ہوا کہ جس طرح آپؐ کی باہر کی زندگی کی ایک ایک ادا کو محفوظ کرنے کے لیے آپؐ کے جانثار سایہ کی طرح آپؐ کے ساتھ رہیں اسی طرح آپؐ کے گھر کے اندر کی زندگی کا بھی ایک ایک پہلو محفوظ رکھنے کا انتظام ہو۔ یہ کام ظاہر ہے آپؐ کی ازواج مطہرات ہی کے ذریعے ممکن تھا چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ نبیؐ کا علم و عمل جتنا آپؐ کی ازواج مطہرات کے ذریعے پھیلا ہے اس کی مقدار صحابہؓ کے ذریعے پھیلے ہوئے علم سے کسی سے کم نہیں ہے اور اس آیت سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ اس مشن پر آپؐ کی ازواج مطہرات کو اللہ تعالی نے خود مامور فرمایا تھا کہ ان کا کام دنیا کے خزف ریزے جمع کرنا نہیں بلکہ علم و حکمت کے ان خزانوں کو خلق کے اندر لٹانا ہے جن کی بارش ان کے گھروں کے اندر ہو رہی ہے۔[18]

ازواج مطہرات کو دین سیکھنے، محفوظ رکھنے اور پھیلانے کا حکم دیا گیا، جو تمام مسلمان خواتین کے لیے نمونہ ہے۔ قرآن خواتین کی تعلیم و تربیت کا اصل مرکز گھر کو قرار دیتا ہے، تاکہ وہ احکام شریعت سمجھ کر درست طرزِ عمل اختیار کر سکیں، قرآن مجید میں حکم ربانی ہے:

"يَأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا"[19]

"اے اہل ایمان اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ"

اس کا کوئی ذریعہ بجز تعلیم و تربیت کے نہیں ہے۔

علاوہ ازیں سورۃ الممتحنہ میں اسلامی معاشرے میں شامل ہونے کے لیے خواتین سے جن نکات پر بیعت لی گئی ہے وہ بالواسطہ ان کی تعلیم و تربیت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے :

"يا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذا جاءَكَ الْمُؤْمِناتُ يُبايِعْنَكَ عَلى أَنْ لا يُشْرِكْنَ بِاللهِ شَيْئاً وَ لا يَسْرِقْنَ وَ لا يَزْنينَ وَ لا يَقْتُلْنَ أَوْلادَهُنَّ وَ لا يَأْتينَ بِبُهْتانٍ يَفْتَرينَهُ بَيْنَ أَيْديهِنَّ وَ أَرْجُلِهِنَّ وَ لا يَعْصينَكَ في مَعْرُوفٍ فَبايِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللهَ إِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَحيمٌ"[20]

اے نبی (ﷺ)، جب مومن عورتیں تمہارے پاس اس بات پر بیعت کرنے کے لیے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی، نہ چوری کریں گی، نہ زنا کا ارتکاب کریں گی، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی، نہ اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر لائیں گی، اور کسی معروف (نیک) حکم میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی، تو ان سے بیعت لے لو اور ان کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعائے مغفرت کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ درگزر فرمانے والا، مہربان ہے۔

دین کے اصول مرد و عورت دونوں پر یکساں لاگو ہوتے ہیں، اور رسول ﷺ کی اطاعت کرنا مسلمانوں پر لازم ہے۔ نبی ﷺ نے تعلیم کو فریضہ قرار دیا تاکہ ہر فرد دین کی ہدایات سمجھ سکے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

"طلبُ العلمِ فريضةٌ على كلِّ مسلمٍ"[21]

"علم کا حصول ہر مسلم پر فرض ہے"

یہ حدیث حصولِ علم کی فرضیت پر واضح دلیل ہے، اور نہ صرف علم کے حصول کی اہمیت کو ثابت کرتی ہے بلکہ یہ بھی واضح کرتی ہے کہ علم کے سیکھنے کے ساتھ ساتھ اس پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ اگر علم حاصل کر لیا جائے لیکن اس کو عمل میں نہیں لایا جائے تو وہ بے کار ہے۔ رسول اللہ علیہ السلام نے غیر نافع علم سے پناہ چاہی ہے۔ آپ (ﷺ) نے دعا فرمائی:

"اللهم إني أعوذ بك من علمٍ لا ينفعُ"[22]

اے اللہ! میں نفع نہ دینے والے علم سے تیری پناہ مانگتا ہوں"

نبی کریم علیہ السلام کی والدین کو تاکید ہے وہ اولاد کو اچھی تعلیم و تربیت دیں، خواہ بیٹیاں ہوں یا بیٹے۔ واضح رہے کہ عربی زبان میں "ولد" کا اطلاق بیٹے اور بیٹی دونوں پر ہوتا ہے۔

"حقُّ الولدِ على والدِهِ أن يُحسِنَ اسمَهُ ويُزوِّجَهُ إذا أدرَكَ ويُعلِّمَهُ الكِتابَ"[23]

"باپ پر بچے کا یہ حق ہے کہ اس کا اچھا نام رکھے، بالغ ہونے کے بعد اس کی شادی کرائے اور اسے قرآن کا علم سکھائے"

اسی طرح خاص طور پر بیٹیوں کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

"مَن عالَ ثلاثَ بَناتٍ فأدَّبَهُنَّ وزوَّجَهُنَّ أو أحسَنَ إليهِنَّ فله الجنةُ"[24]

"جس نے تین بیٹیوں کی پرورش کر کے انہیں ادب و سلیقہ سکھا کر ان کی شادی کی اور ان کے ساتھ سلوک سے پیش آیا اس کے واسطے بہشت ہے"

لڑکیوں کی پرورش کرنا اور ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرنا والدین کو جنت کی خوشخبری کا مستحق بناتا ہے، چنانچہ مسلم والدین کے دل میں خود بخود اس کے لیے فکرمندی پیدا ہوتی ہے کہ وہ اپنی بیٹیوں کی تربیت کی کوشش کریں۔ خواتین کی تعلیم و تربیت کے لیے نہ صرف والدین بلکہ بھائیوں کو بھی ترغیب دی گئی، کیونکہ بسا اوقات لڑکیاں والدین سے محروم ہو جاتی ہیں یا کسی اور وجہ سے بھائی ان کے سرپرست بن جاتے ہیں، تو پھر بھائیوں کو بہنوں کی تعلیم و تربیت کی کوشش کرنے پر جنت کی خوشخبری سنائی۔ فرمایا:

"مَن كانَتْ لهُ ثلاثُ بَناتٍ أو ثلاثُ أخواتٍ أو ابنتانِ أو أختانِ فأحسنَ صُحبَتَهُنَّ واتَّقى اللهَ فيهِنَّ فله الجنةُ[25]."

"جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں، پھر وہ ان سے حسن سلوک برتے اور اس معاملے میں رب کی خشیت اختیار کرے تو اس کے لیے جنت ہے"

جو لوگ آپ (ﷺ) سے اکتسابِ علم کرتے، آپ انہیں حکم دیتے کہ اپنے اہل وعیال کو بھی تعلیم دیں۔ چنانچہ مالک بن الحویرث سے منقول ہے کہ چند نوجوانوں نے نبی معظم علیہ السلام کی خدمت میں کچھ دن رہ کر علم سیکھا، میرے حبیب علیہ السلام نے انہیں فرمایا:

"ارجِعوا إلى أهليكم فأقيموا فيهم وعلِّموهم ومُروهم"[26]

جاؤ، اپنے بیوی بچوں کی طرف لوٹو، ان کے درمیان رہو، اور انہیں دین کی باتیں سکھاؤ اور ان کو عمل کا حکم دو۔

قرطبی نے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کا فرمان نقل کیا ہے۔ آپ نے فرمایا:

"علِّموا نساءَكم سورةَ النورِ[27]."

اپنی عورتوں کو سورت نور سکھاؤ۔

سورۃ النور کے احکام خواتین کے لیے اہم ہیں، اسی لیے حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہؓ نے اس کی تعلیم دینے کو زور دیا۔ نبی علیہ السلام نے قیدی خواتین کی تعلیم کی بھی ترغیب دی۔ فرمایا:

"رَجُلٌ كانت عندَهُ أَمَةٌ يطَؤُها فأدَّبَها فأحسنَ تأديبَها وعلَّمَها فأحسنَ تعليمَها ثمَّ أعتَقَها فتزوَّجَها فلهُ أجرانِ.[28]"

"وہ شخص جس کے پاس باندی ہو، جسے اس نے اپنے ماتحت رکھا ہوا ہو، تو اس نے اس کو اچھی طرح ادب سکھایا (تربیت دی) اور اچھی طرح تعلیم دی، پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا، تو اس کے لیے دو اجر ہیں۔"

خود نبی ﷺ کا اپنا اسوہ حسنہ گواہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے خواتین کی تعلیم و تذکیر کا بہت خیال رکھتے تھے۔ آپ نے نہ صرف گھروں میں ان کی تعلیم و تربیت کی جانب ترغیب دی بلکہ مراکزِ تعلیم و تربیت تک جانے کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"لا تَمنعوا إماءَ اللَّهِ مساجِدَ اللَّهِ[29]."

"اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مساجد میں جانے سے منع نہ کرو۔"

اس طرح خواتین کو معاشرے میں تعلیم و تربیت کے وسیع نظام سے استفادے کا موقع فراہم کیا۔ عیدین کے مواقع پر بھی خواتین کو خطبہ عید میں شمولیت کی ترغیب دی۔ اسلام کی انہی ترغیبات نے عورتوں کے اندر علم کی ایسی تڑپ اور لگن پیدا کر دی تھی کہ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں:

"عہدِ نبوی ﷺ میں ایک آیت اترتی اس میں بتائے ہوئے حلال و حرام اور حکم و نہی کو حفظ کر لیتے، قبل اس کے کہ اس کے الفاظ کو ازبر کر لیں۔[30]"

خواتین کی جستجوئے علم کو دیکھتے ہوئے، ان کی درخواست پر نبی علیہ السلام نے تعلیم و تربیت کی خاطر علیحدہ دن کا تقرر فرمایا۔ چنانچہ حضرت ابو سعید الخدریؓ سے روایت ہے کہ:

"قالَ النِّساءُ للنَّبيِّ ﷺ غلَبَنا عَلَيكَ الرِّجالُ فاجعَل لنا يومًا مِن نَفسِكَ، فوعَدَهُنَّ يومًا لَقيهُنَّ فيهِ فوعَظَهُنَّ وأمرَهُنَّ[31]."

"خواتین نے نبی ﷺ سے کہا: یا رسول اللہ! مرد ہم پر غالب آ گئے ہیں (یعنی زیادہ وقت حاصل کر لیتے ہیں)، تو آپ ہمارے واسطے دن مقرر فرمائیں۔ پس نبی علیہ السلام نے دن مقرر فرمایا، جس میں ان سے ملاقات کی، ان کو وعظ و نصیحت فرمائی اور ان کو دین کی تعلیم دی۔"

خواتین کی تعلیم کے لیے علیحدہ دن مقرر کرنے سے خواتین کو بے پناہ سہولت میسر آئی اور انہوں نے اس نعمتِ غیر مترقبہ سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ الدکتور محمد بن اَبو شُہبہ لکھتے ہیں کہ علیحدہ دن کے تقرر کا یہ نتیجہ نکلا کہ:

"وقد تخرَّجَ في مدرسةِ النُّبُوَّةِ نساءٌ بلغنَ الغايةَ في العلمِ والعملِ والحِكمةِ.[32]"

"مدرسۂ نبوت میں کئی ایسی خواتین نے فراغت حاصل کی جو علم، عمل اور حکمت میں بلندی تک پہنچیں۔

ان نصوص کی روشنی میں جمہور امت کا ہمیشہ اس مسئلہ میں اتفاق رہا ہے کہ عورت تعلیم کے مسئلہ میں مرد ہی کی طرح ہے کیونکہ یہ اس کی صنفی نزاکت کے خلاف نہیں ہے، بلکہ اس سے اس کی شخصیت میں مزید زینت پیدا ہوتی ہے، یہ معاشرے کی اصلاح میں معاون اور مددگار بنتی ہے اور رسومات و بدعات اور شرک و کفر کے اثرات سے مسموم ماحول کے لیے "تریاق" ثابت ہوتی ہے۔ اور اگر غیر جانبداری کے ساتھ غور کیا جائے تو عورت کو ترقی دینے کا صحیح مفہوم اور اصل راز یہی ہے کہ عورت کو صاحبِ علم اور باشعور بنایا جائے کیونکہ عورت اگر باشعور ہو گی تو گھر کے اندر رہ کر بھی کارہائے نمایاں انجام دے سکتی ہے، جب کہ وہ بے شعوری، ناواقفیت اور جہالت کے ساتھ نہ تو کوئی بڑا کام کر سکتی ہے اور نہ کسی بڑے کام کرنے والے کے لیے سہارا اور مددگار بن سکتی ہے، حتیٰ کہ اس کی بے شعوری کے متعدی اثرات ان بچوں پر پڑیں گے جن کے لیے اس کی گود شعور و آگہی اور تعلیم و تربیت کی پہلی درسگاہ ہے۔

قرنِ اول میں علومِ اسلامیہ میں عورتوں کی دلچسپی:

اسلام نے خواتین کی تعلیم و تربیت کو جس قدر اہمیت دی، اس کا اندازہ مسلمان خواتین کے علم و فہم اور بلند پایہ کردار سے بخوبی کیا جا سکتا ہے۔ وہ ائمہ جن سے قراءت کے طرق منقول ہیں، ان میں ام المؤمنین حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ شامل ہیں۔ حضرت ام سعدؓ قرآنِ مجید کا درس دیا کرتی تھیں[33]۔ حضرت ام ورقہؓ نے قرآنِ پاک جمع کیا تھا۔[34] چونکہ حضرت ام ورقہؓ قرآن پڑھی ہوئی تھیں، لہٰذا نبی کریم علیہ السلام نے ان کو اپنے گھر خواتین کو امامت کروانے کا اعزاز عطا فرمایا۔[35]

مولوی سعید انصاری لکھتے ہیں:

> "اسلامی علوم یعنی قراءت، تفسیر، حدیث، فقہ، فرائض میں متعدد صحابیات کمال رکھتی تھیں۔ حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت ام سلمہؓ اور حضرت ام ورقہؓ نے پورا قرآنِ مجید حفظ کیا تھا، جبکہ ہند بنت اسید، ام ہشام بنت حارثہ، رائطہ بنت حیان اور ام سعد بنت سعد بن ربیع بعض حصوں کی حافظہ تھیں۔[36]"

قرآن کی طرح حدیث کی روایت و درایت میں بھی صحابیات کا کردار ناقابلِ فراموش ہے۔ حضرت عائشہؓ کی کل روایتوں کی تعداد دو ہزار دو سو دس ہے، جن میں سے صحیحین میں دو سو چھیاسی حدیثیں ان کی روایت سے داخل ہیں، اور ان میں ایک سو چوہتر حدیثیں دونوں میں مشترک ہیں۔[37]

اشاعتِ اسلام میں صحابیات کی خدمات

اشاعتِ اسلام میں صحابیات کی خدمات بھی ان کی تعلیم و تربیت کا شاندار اظہار ہیں، کیونکہ جو افراد خود علم کی دولت سے مالامال ہوں، وہی دوسروں کو اس نعمتِ عظمیٰ کی جانب بھرپور اعتماد سے دعوت دے سکتے ہیں۔ چند ایک مثالیں یہاں پیش کرنا مناسب ہے:

حضرت فاطمہ بنت خطابؓ کی دعوت پر حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا۔ حضرت ام سلیم ؓ کی ترغیب سے حضرت ابو طلحہؓ نے آستانۂ اسلام پر سر جھکایا تھا[38]۔ نیز ان کا اور ان کی بہن کا شمشیر بکف معرکۂ کارزار میں حصہ لینا معروف ہے۔ بی بی ام سلیمؓ نے جنگ حنین میں مفرورین کے سخت احتساب کا مشورہ دیا، جبکہ ام شریک دوسیہؓ مکہ میں عورتوں کو اسلام کی دعوت دیتی رہیں، جس پر قریش نے انہیں سزا کے طور پر ایک قافلے کے حوالے کر دیا۔ قافلے والوں نے انہیں تین دن تک بغیر کھانے پینے کے اونٹ کی ننگی پیٹھ پر باندھ کر رکھا، لیکن اللہ کے فضل سے ایک رات غیبی طور پر پانی ملا، جسے پی کر وہ زندہ رہیں۔ جب قافلے والوں نے یہ معجزہ دیکھا تو وہ سب اسلام قبول کر گئے۔ آپ کی کنیت ام شریک تھی اور آپ قبیلۂ دوس سے تعلق رکھتی تھیں[39]۔ اسی طرح خواتین کے تبلیغ کرنے میں حضرت سمیہؓ کا نام قابلِ ذکر ہے۔ آپ حضرت عمار بن یاسر ؓ کی والدہ تھیں۔ جب پورا کنبہ مکہ میں مسلمان ہو گیا تو ان پر قریش کی طرف سے شدید مظالم توڑے گئے۔ ایک دن ابو جہل نے آپ کے ساتھ بدتمیزی کی تو حضرت سمیہؓ نے اسے کوسا۔ اس نے غصے میں آکر آپ کو نیزہ چبھو دیا، جس سے آپ شہید ہو گئیں۔ آپ مسلمان عورتوں میں پہلی شہید خاتون ہیں[40]۔

قرنِ اول میں عصری علوم و فنون میں عورتوں کی شرکت

اسلامی علوم کے علاوہ دیگر علوم میں بھی صحابیات دسترس رکھتی تھیں، مثلاً: حضرت اسماء بنت زیدؓ اتنی عمدہ خطیبہ تھیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ خود ان کی تعریف فرمائی۔[41] تعبیرِ خواب میں حضرت اسماء بنت عمیسؓ بہت مشہور تھیں۔ حضرت عمرؓ بھی ان سے خوابوں کی تعبیر پوچھا کرتے تھے[42]۔ شاعری میں خنساء، سعدی، صفیہ، عاتکہ، امامہ مریدیہ، ہند بنت حارث، زینب بنت عوام، عاتکہ بنت زید، ہند بنت اثاثہ، ام ایمن، قتیلہ عبدربہ، کبشہ بنت رافع، میمُونہ بلویہ، رقیہؓ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) زیادہ نامور ہیں۔ خنساءؓ کا جواب اب تک عورتوں میں پیدا نہیں ہوا[43]۔

خواتین کی علمی حیثیت

خواتین کی علمی کیفیت کا اندازہ اس امر سے بھی بخوبی کیا جا سکتا ہے کہ ان سے اہم معاملات میں مشورہ کرنا خلفائے راشدین سے ثابت ہے۔ چنانچہ ازالۃ الخفاء کے مصنف لکھتے ہیں:

"عن الضحاک قال: کان ابن الخطاب یشاور حتی المرأة"[44]

مسلمان خواتین دینی و عصری تعلیم حاصل کر سکتی ہیں اور مختلف پیشوں میں کام کر سکتی ہیں۔ اگرچہ معاشی جدوجہد ان پر لازم نہیں، مگر بعض حالات میں اس کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔

نتائج بحث وسفارشات:

1. اسلام کی نگاہ میں مرد اور عورت بحیثیتِ اولادِ آدم یکساں ہیں۔ اللہ رب العزت ان دونوں اصناف کا خالق، مالک اور رب ہے۔ اس نے یہ کائنات ان دونوں کے لیے بنائی اور دونوں کو اپنا نائب مقرر فرمایا:

"وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلِيفَةَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ"[45]

"اور وہی ہے جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلے میں زیادہ بلند درجات عطا کیے تاکہ جو کچھ تمہیں دیا ہے، اس میں تمہاری آزمائش کرے۔ بے شک تمہارا رب سزا دینے میں بھی بہت تیز ہے اور بلا شبہ وہ بخشنے والا، مہربان ہے۔"

یہ درجات کا تفاوت انسانی حیات میں نظم و حسن پیدا کرنے کے لیے ہے، وگرنہ سعی کے نتائج کے اعتبار سے دونوں اصناف برابر ہیں۔ قرآن مجید اس پر گواہ ہے:

"أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ"[46]

"میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع کرنے والا نہیں ہوں، خواہ مرد ہو یا عورت۔"

2- کاروبارِ حیات کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنے، مستحکم رکھنے اور چلانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت پر جو فرائض عائد کیے ہیں، ان کا شعور اور احسن ادائیگی ناگزیر ہے۔ جو لوگ خسرانِ ابدی سے نجات کے خواہش مند ہیں، انہیں بہر حال خالقِ کائنات کے عطا کردہ نقشۂ حیات میں رنگ بھرنا ہے، اور وہ رنگ جو اللہ کا رنگ ہے، اس سے اچھا رنگ بھلا کس کا ہو سکتا ہے۔

3- مرد و عورت دونوں کے لیے تعلیم اور ہنر سیکھنا ضروری ہے، مگر ان کی تربیت کا اصل مقصد انہیں زندگی کے نصب العین کا شعور دینا ہے۔ کچھ مقاصد مشترک ہیں، جبکہ ہر صنف کے لیے مخصوص تربیتی پہلو بھی اہم ہیں، جنہیں نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

4- خواتین کا یہ حق ہے کہ اُنہیں اسلامی نقطۂ نظر سے ہم آہنگ نظامِ تعلیم و تربیت مہیا کیا جائے، جو انہیں نہ صرف اپنے فرائض کا صحیح شعور عطا کرے بلکہ اپنے حقوق سے باخبر بھی کرے، تاکہ تمدنِ انسانی درست خطوط پر استوار ہو کر نظمِ کائنات کا سبب بن سکے اور خواتین بھی دنیا و آخرت میں فلاح کی راہ پر گامزن ہو سکیں۔

5- اسلام نے خواتین کو حقوق، تعلیم، اور معاشی شرکت کے مواقع فراہم کیے، تاکہ وہ اپنے مقام کا شعور رکھتے ہوئے متوازن زندگی گزار سکیں۔ عہدِ نبوی ﷺ میں عورتیں مختلف شعبوں میں کام کرتی تھیں، اور آج بھی وہ تعلیم، طب، تجارت سمیت کئی میدانوں میں خدمات انجام دے سکتی ہیں، مگر

اسلامی احکامات کی پاسداری ضروری ہے۔

6۔اسلام خواتین کی صلاحیتوں کی قدر کرتا ہے اور انہیں تعلیم و عمل کے میدان میں آگے بڑھنے کی ترغیب دیتا ہے۔ مردوں کو بھی گھریلو کاموں میں ان کا ساتھ دینا چاہیے۔ اسلام مرد و عورت، دونوں کی بہترین تربیت کرتا ہے اور کردار، خیالات اور افعال کی اصلاح کرکے انہیں ہر شر سے محفوظ رکھتا ہے۔

@ 2024 by the author, this article is an open access article distributed
Under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution
(CC-BY) (http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/)

حوالہ جات

[1]النساء: 7

[2]**شرح الوقایہ**،کتاب العتاق،(عمان:مؤسسۃ الوراق،س ن)، 165۔

[3]القرآن:2/ 188 ۔

[4]محمد بن احمد قرطبی،**الجامع لاحکام القرآن**،(بیروت: مؤسسۃ الرسالي،1427 ھ)،3/ 223۔

[5]القرآن:4/ 37 ۔

[6]قرطبی،**الجامع الاحکام القرآن**،2/ 20۔

[7]القرآن:4/ 7 ۔

[8]القرآن:4/ 3 ۔

[9]مسلم بن حجاج قشیری، **صحیح مسلم**،(کراچی: قدیمی کتب خانہ،1956ء)،کتاب النساء:65/ ،باب ان تخییرہ امراتہ لایکون طلا قاالا بالنیۃ،1/ 481۔

[10]القرآن:2/ 229 ۔

[11]القرآن:2/ 229 ۔

[12]الازہری، **ضیاءالقرآن**،(لاہور:ضیاءالقرآن پبلیکیشنز، 1995ء)،1/ 158۔

[13]قشیری، **صحیح مسلم**،کتاب الحج،باب حجۃ النبي،1/ 397۔

[14]**القواریر**،والیوم،02،ایشو،04،جولائی-ستمبر،2021ء۔

[15]القرآن: 33/ 34۔

[16]القرطبی،**الجامع لأحكام القرآن**،(بیروت: دار إحیاء التراث العربی،س ن)،14/ 184۔

[17]محمد بن عبد اللہ آلوسی،**روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی**، (بیروت: دار إحیاء التراث العربی،س ن) 20/ 2۔

[18]امین احسن اصلاحی، **تدبرِ قرآن**، (لاہور: فاران فاؤنڈیشن،1982ء)،5/ 223۔

[19]القرآن:66/ 6 ۔

[20]القرآن:60/ 12۔

[21]ابن ماجہ،**السنن**، ابواب العلم، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم،ح:224 ۔

[22]ابن ماجہ،**السنن**،باب الانتفاع بالعلم والعمل بہ،ح:250 ۔

[23]شیخ علی متقی الہندی،**کنزالعمال**،(کراچی: دار الاشاعت،س ن)،16/ 417۔

[24]الترمذی،**السنن**، ابواب السیر، باب ما جاء في النفقات علی البنات،ح:1912 ۔

[25]الترمذی،**السنن**، ابواب السیر، باب ما جاء في النفقات علی البنات،ح:1916 ۔

[26]البخاری،**الجامع الصحیح**،کتاب الأذان، باب الأذان للمسافر۔

[27]القرطبی، **الجامع لأحكام القرآن**،18/ 12 ۔

[28]البخاری،**الجامع الصحیح**،کتاب العلم، باب تعلیم الرجل أمتہ وأہلہ،ح:97 ۔

[29]القشیری، **صحیح مسلم**،کتاب الصلاۃ، خروج النساء إلی المساجد،ح:442 ۔

[30]عمر رضا کحالہ، **اعلام النساء عالمي العرب والإسلام**، (بیروت:مؤسسۃ الرسالۃ،س ن)،3/ 106۔

[31]البخاری،**الجامع الصحیح**،کتاب العلم، باب ھل یجعل للنساء یوماً علی حدۃ في العلم،ح:101 ۔

[32]أبو شَيبَة، محمد بن محمد، الدكتور، **السيرة النبوية في ضوء القرآن والسنة**، (دمشق: دار القلم، 1992)، 2/31۔
[33]ابن الأثير أبو الحسن علی الجزری، **اسد الغابة**، (بیروت: دار إحياء التراث العربي، س ن)، 5/586۔
[34]عبد اللہ کتانی، **التراتيب الإدارية**، (کراچی: ادارہ القرآن والعلوم الإسلامية، س ن)، 44 ۔
[35]ابن الأثیر، **اسد الغابة**، 5/626 ۔
[36]مولوی محمد سعید انصاری، **سیر الصحابیات**، (لاہور: ادارہ اسلامیات س ن)، 11-10 ۔
[37]سلیمان ندوی، **سیرت عائشہ**، (لاہور: مکتبہ اسلامیہ، س ن)، 205۔
[38]سلیمان ندوی، **سیرت عائشہ**، (لاہور: مکتبہ اسلامیہ، س ن)، 188 ۔
[39]محمد بن سعد، ابن سعد، **الطبقات الکبری**، (کراچی: نفیس اکیڈمی، س ن)، 8/123 ۔
[40]ابن الأثیر، **اسد الغابة**، 5/519 ۔
[41]ابن حجر العسقلانی، **تہذیب التہذیب**، (لاہور: نشر السنة، س ن)، 12/428۔
[42]ابن حجر العسقلانی، **تہذیب التہذیب**، 12/428۔
[43]محمد سعید انصاری، **سیر الصحابیات**، 11۔
[44]شاہ ولی اللہ، **الإنصاف في بيان سبب الاختلاف**، (کراچی: قدیمی کتب خانہ، مقابل آرام باغ، س ن) 2/33 ۔
[45]القرآن: 6/ 165۔
[46]القرآن: 3/ 195۔